تاثرات مہمان خصوصی

محمد نجات اللہ صدیقی

گذشتہ پانچ برسوں میں عام انسانوں کے درمیان قرآن کریم کے بارے میں جتنی جستجو پیدا ہوئی وہ شاید ماضی کی کئی صدیوں میں بھی نہیں پائی گئی۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کی سرزمین پر ہونے والے حملہ نے قرآن کو ایک سوالیہ نشان بنادیا کیوں کہ عام انسانوں نے یہ باور کرلیا کہ یہ حملہ قرآن کی تعلیمات سے Inspire ہونے والوں نے کیا۔ چناں چہ ان کے اندر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ خود پڑھ کے دیکھیں کہ قرآن میں کیا لکھا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ میں کتب فروشوں کے یہاں تراجم قرآن آناً فاناً فروخت ہو گئے۔

قرآن کا یہ خون آشام تعارف ہماری بڑی بدقسمتی ہے لیکن خواہی نخواہی ہمیں اس صورت حال سے نمٹنا ہے۔ ادارہ علوم القرآن اور ہم سب کو یہ سوچنا ہوگا کہ ہم اس سلسلہ میں کیا کرسکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلے اس بات کا تجزیہ ضروری ہے کہ اس دل چسپی کی نوعیت کیا ہے۔ مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان اس دل چسپی میں یکسانیت پائی جاتی ہے یا مختلف لوگ الگ الگ زاویوں سے دل چسپی لے رہے ہیں، پہلی قسم تو ان لوگوں کی ہے جن کی دل چسپی کی بنیاد خالص جستجو کا جذبہ ہے (Curiosity) دوسری قسم کھلی دشمنی (Hostility) پر مبنی ہے۔ پہلے سے دشمنی رکھنے والے کھل کر میدان میں آگئے اور کچھ لوگوں کو اس دشمنی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر وغیرہ پر دہشت گردانہ حملہ کے پیچھے واقعتہً قرآنی تعلیمات ہیں۔ جب کہ یہ بات حقیقت سے بہت دور ہے۔ تیسری

قسم ہمدردانہ توجہ کی ہے۔ مغرب میں مقیم مسلمان اور بہت سے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ جو اس بات سے واقف ہیں کہ قرآن پر دہشت گردی پیدا کرنے کا الزام غلط ہے وہ دوسروں کا جواب دینے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور اس کی تعلیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

ان لوگوں کو مغربی زبانوں میں قرآن کے مستند ترجمے درکار ہیں۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ طلب کے مقابلہ میں رسد بہت کم ہے۔ پھر ضرورت اس بات کی ہے کہ بہترین اور منتخب ترجمے فراہم کیے جائیں جیسے انگریزی میں محمد اسد، پکتھال یا عبد اللہ یوسف علی کا ترجمہ یا فرانسیسی میں ڈاکٹر حمید اللہ کا ترجمہ، ساتھ ہی یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مسئلہ صرف ترجمہ کی فراہمی کا نہیں ہے بلکہ قرآن کی صحیح تفہیم کا ہے۔ جو معاندین چند آیات کو سیاق سے الگ کر کے قرآن پر عدم رواداری اور تمام دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو گردن زدنی سمجھنے کا اتہام لگاتے ہیں، ان کو متعلقہ آیات کے صحیح فہم سے آشنا کرانے کے لیے اسکالرس کے اس گروہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو عرصہ سے علامہ حمید الدین فراہیؒ کی قایم کردہ روایات فہم قرآنی کا چرچا کر رہے ہیں۔

مہمان خصوصی نے توجہ دلائی کہ ریسرچ کے لیے صحیح اولیات (Priorities) طے کرنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ وسائل محدود اور مسائل بے شمار ہیں۔ آج جب کہ غیروں کا حال وہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا، اپنوں کا حال یہ ہے کہ اپنے جن بچوں کو ہم صرف ناظرہ قرآن ہی نہیں بلکہ معنی کے ساتھ قرآن پڑھا دیتے ہیں وہ بڑے ہو کر کبھی قرآن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

مہمان خصوصی نے کہا کہ ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ آخر ایسا کیوں ہے جبکہ یہ بچے لا مذہب اور بے دین نظر نہیں آتے۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آج کے نوجوانوں کو ایک بہت مصروف دنیا سے سابقہ ہے۔ اس میں ان ہی باتوں کے تفصیلی مطالعہ کا وقت نکالا جاسکتا ہے جو ضروری اور اہم امور سے متعلق نظر آئیں۔ مسئلہ دراصل Relevance کا ہے۔ کیا ہم قرآن کو آج کی زندگی سے Relevant بنا کر متعارف

کرا رہے ہیں؟ کیا ایسا کرنا ممکن ہے؟

پروفیسر صدیقی نے اس یقین کا اظہار کیا کہ نہ صرف ہمارے بچوں بلکہ پوری دنیا کو جن اہم قدروں کی تلاش ہے مثلاً آزادی، مساوات، جمہوریت، عدل وہ سب قرآنی تعلیمات کا جوہر ہیں اور قرآن کا صحیح مطالعہ الٰہی مقاصد کے حصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ضرورت ریسرچ کے ایک ایسے منہاج کی ہے جو مطالعہ قرآن کو مقاصد شریعت اور امت مسلمہ کے انسانی مشن یعنی دعوت الی اللہ سے جوڑے۔

آخر میں آپ نے ادارہ علوم القرآن کو اس کے اب تک کے کارناموں پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے تجویز کیا کہ ادارہ کے کام وسیع تر تعارف کے لیے اس کی ایک ویب سائٹ Web Site ہونی چاہیے جس کے ذریعہ عالمی طور پر اس کے نتائج بحث سے استفادہ ممکن ہو جائے گا۔

☆